AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

قرآن کریم میں تشبیہ و تمثیلات کے متعلق وارد آیات کریمہ کا ایک تحقیقی جائزہ

An Analytical Study of the Verses of the Holy Qur'an Related to Similes and Metaphors

Dr. Haroon Ur Rashid
Lecturer, Department of Islamic Studies & Religious Affairs, University of Malakand, Pakistan.
Email: haroonrk88@gmail.com
Dr. Shafiqa Bushra
Assistant Professor, Department of Islamic & Arabic Studies, University of Swat, Pakistan.
Email: shafiqbushra@uswat.edu.pk
Salman Khan
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies & Religious Affairs, University of Malakand, Pakistan.
Email: salmankhansafdar5757@gmail.com

Abstract

The Holy Qur'an is a great gift from Allah Almighty to the Muslim Ummah. Within it are accounts of past nations and prophecies about future events. It also contains detailed narratives of incidents that occurred among various peoples. The Qur'an is the ultimate criterion between truth and falsehood, and there is no trace of falsehood within it. Whoever does not act upon it or seeks a path other than what it guides to, Allah Almighty removes such a person from the face of existence. To make the Qur'an more understandable and accessible to people—and to elevate or diminish the perceived value of certain ideas or entities—various literary methods have been employed. Among these methods is the use of similes and parables (tashbīh wa tamthīl), whereby a concept is explained through a comparison or example. This technique helps embed the message more firmly in the mind of the listener. Statements presented in the form of examples arouse interest and enable the audience to grasp the intended meaning more quickly.In the forthcoming article, we have presented several parabolic and metaphorical examples from the Holy Qur'an.

Keywords: *Qur'an, Verses, Similes, Metaphors.*

تعارف موضوع

قرآن کریم امتِ مسلمہ کے پاس اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم تحفہ ہے۔ قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے واقعات اور مستقبل کی پیشن گوئیاں بھی بیان کی گئی ہے۔ قوموں کی درمیان وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی تفصیلات بھی پائی جاتی ہے۔ یہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے۔ اس میں باطل کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ جو شخص اس پر عمل نہیں کرتا یا جو شخص کسی اور راستہ کو تلاش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صفحہ ہستی سے مٹاتا ہے۔ قرآن کریم دنیا بھر کے انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے جو لوگ اس کتاب پر ایمان لائیں گے اور اللہ کے سامنے سر جھکیں گے ان کو یہ کتاب زندگی کے ہر معاملے میں اور اس کے ایک ایک شعبے میں راہنمائی کا کام دے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت کے مستحق ہوں گے اور روزِ قیامت اللہ کے انعام واکرام کی بشارت سے نوازی جائیں گے۔ قرآن کریم کو عام فہم اور پہچانے کے لیے یا کسی شخص یا چیز کی قدر و قیمت

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

بڑھانے کے لیے یا گھٹانے کے مختلف طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ ان طریقوں میں ایک طریقہ اور اسلوب تشبیہ و تمثیل کا ہے۔ کہ کسی چیز کی تشبیہ یامثال بیان کی جائی جس کے ذریعے بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائی۔ مثال کی صورت میں بیان کی گئی بات دلچسپی کا باعث ہوتی ہے اور مخاطب کو جلد سمجھ میں آجاتی ہے۔ آنے والے مضمون میں قران مجید سے چند تمثیلاتی نمونے پیش کئے گئے ہیں۔

مثال نمبر:1۔ منافقین کی مثال:

"مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَاراً فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لاَّ يُبْصِرُونَ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَرْجِعُونَ[1]"

"ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پس آس پاس کی چیزیں روشنی میں آئی ہی تھی کہ اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے۔ بہرے، گونگے، اندھے ہیں، پس وہ نہیں جانتے۔"

اس یتِ کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ جو منافق گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور اندھے پن کو بینائی کے بدلے مول لیتے ہیں ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے اندھیرے میں آگ جلائی اس کے دائیں بائیں کی چیزیں اسے نظر آنے لگیں، اس کی پریشانی دور ہوگئی اور فائدے کی امید بندھی کہ اچانک آگ بجھ گئی، اور سخت اندھیرا چھا گیا نہ تو نگاہ کام کرسکے نہ راستہ معلوم ہوسکے اور باوجود اس کے کہ وہ شخص خود بہرا ہو، کسی کی بات کو نہ سن سکتا ہو، گونگا ہو کسی دریافت نہ کرسکتا ہو، اندھا ہو جو روشنی سے کام نہ چلا سکتا ہو۔ اب بھلا یہ راہ کیسے پاسکے گا؟ ٹھیک اسی طرح یہ منافق بھی ہیں کہ ہدایت چھوڑ کر راستہ گم کر بیٹھے اور بھلائی چھوڑ کر برائی کو چاہنے لگے، اس مثال سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان قبول کرکے کفر کیا تھا، جیسے قرآن کریم میں کئی جگہ یہ صراحت موجود ہے[2]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ[3] فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو کچھ لوگ مسلمان ہوگئے، لیکن پھر جلدی منافق ہوگئے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اندھیرے میں تھا اس نے روشنی جلائی جس سے اس کا ماحول روشن ہوگیا اور مفید اور نقصان دہ چیزیں اس پر واضح ہوگئیں، اچانک وہ روشنی بجھ گئی اور حسبِ سابق تاریکیوں میں گرگئے۔ یہ حال منافقین کا تھا، پہلے وہ شرک کی تاریکی میں تھے، مسلمان ہوئے تو روشنی میں آگئے، حلال و حرام کو پہچان گئے، پھر وہ دوبارہ کفر و نفاق کی طرف لوٹ گئے تو ساری روشنی جاتی

---

[1]۔ سورۃالبقرہ:17و18

[2]۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمرو، تفسیر القرآن العظیم، دار طیبہ للنشر والتوزیع، بیروت، 1999ء، ج1، ص186

[3]۔ آپ کا پورا نام عبداللہ بن مسعود بن غافل رضی اللہ عنہ ہے۔ کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے۔ قدیم الاسلام تھے۔ دو مرتبہ ہجرت کی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ 42ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئے اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابہ، دارالکتب العملیہ، بیروت، 1994ء، ج3، ص81

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

رہی[1]۔ حسن بصریؒ[2] فرماتے ہیں کہ موت کے وقت منافقین کی بداعمالیاں اندھیروں کی طرح ان پر چھا جاتی ہیں اور کسی بھلائی کی روشنی ان کے لیے باقی نہیں رہتی جس سے ان کی توحید کی تصدیق ہو۔ وہ بہرے ہیں، حق کے سننے اور رسیدھے راستے کو دیکھنے اور سمجھنے سے اندھے ہیں۔ ہدایت کی طرف لوٹ نہیں سکتے، نہ انہیں توبہ نصیب ہوتی ہے نہ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں[3]۔

مثال نمبر:2۔ منافق کی بارش کے ساتھ تشبیہ:

"أَو كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصْابِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ واللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكافِرِينَo يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْاْ فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُواْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[4]"

"یا آسمانی برسات کی طرح جس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہو، موت سے ڈر کر کڑک کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے، جب ان کے لئے روشنی کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں، اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کان اور آنکھوں کو بیکار کر دے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

ان آیاتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی حال کی تشبیہ اور تمثیل بیان فرمائی ہے۔ کہ یہ وہ قوم ہے جن پر کبھی حق ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی پھر شک میں پڑ جاتے ہیں تو شک کے وقت ان کی مثال برسات کی سی ہے، جو اندھیرے میں برسے، ظلمات سے مراد شک، کفر اور نفاق ہے اور رعد سے مراد گرج ہے جو اپنی خوفناک آواز سے دل دہلا دیتی ہے۔ یہی حال منافق کا ہے کہ اسے ہر وقت ڈر خوف گھبراہٹ اور پریشانی ہے رہتی ہے، جیسا کہ سورہ منافقون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ[5]" ہر آواز کو اپنے اوپر ہی سمجھتے ہیں۔ سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے:

"وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلاً لَّوَلَّوْاْ إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ[6]"

---

[1]۔ طبری، ابوجعفر محمد بن جریر، جامع البیان، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2000ء، ج1، ص322

[2]۔ آپ کا پورا نام حسن بن یسار ہے۔ کنیت ابو سعید ہے۔ حسن بصری کے نام سے مشہور ہے۔ 21ھ / 642ء کو حضرت عمرؓ کے دور میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ مشہور تابعی ہے۔ 110ھ / 728ء کو وفات ہوئے۔ صفدی، صلاح الدین بن خلیل، الوافی بالوفیات، داراحیاء التراث، بیروت، 2000ء، ج12، ص190

[3]۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج1، ص188

[4]۔ سورۃ البقرہ: 19و20

[5]۔ سورۃ المنافقون: 4

[6]۔ سورۃ التوبہ: 56، 57

"کہ یہ منافقین اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں دراصل وہ ڈرپوک لوگ ہیں اگر وہ کوئی جائے پناہ یا راستہ پالیں تو یقیناً اس میں سمٹ کر گھس جائیں۔"

بجلی کی مثال سے مراد وہ نورِ ایمان ہے جو ان کے دلوں میں کسی وقت چمک اٹھتا ہے اس وقت وہ اپنی انگلیاں موت کے ڈر سے کانوں میں ڈال لیتے ہیں لیکن ایسا کرنا انہیں کوئی نفع نہ دے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی ارادے کے ماتحت ہیں یہ بچ نہیں سکتے، جیسا کہ سورۃ البروج میں ارشاد ہے:

"هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيط[1]

"کیا تمہیں لشکر کی یعنی فرعون اور ثمود کی روایتیں نہیں پہنچیں بے شک پہنچی تو ہیں لیکن یہ کافر پھر بھی تکذیب ہی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے پیچھے سے گھیر رہا ہے۔"

بجلی کا آنکھوں کو اچک لینا، اس کی قوت اور سختی کا اظہار ہے اور منافقین کی بینائی کی کمزوری اور ضعف ایمان ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیتیں ان منافقوں کی قلعی کھول دیں گی اور ان کے چھپے ہوئے عیب ظاہر کر دیں گی اور اپنی نورانیت سے انہیں حیران کر دیں گی جب ان پر اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں یعنی جب ایمان ان پر ظاہر ہو جاتا ہے تو ذرا روشن دل ہو کر پیروی بھی کرنے لگتے ہیں لیکن پھر جہاں شک وشبہ آیا، دل میں کدورت اور ظلمت بھر گئی اور حیران ہو کر کھڑے ہو گئے، یا مطلب یہ کہ اسلام کو ذرا عروج ملا تو ان کے دل میں قدرے اطمینان پیدا ہوا لیکن جہاں اس کے خلاف نظر آیا یہ الٹے پیروں کفر کی طرف لوٹنے لگے[2]۔ جیسا کہ سورہ حج میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَن يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ[3]"

"بعض لوگ وہ بھی ہے جو کنارے پر ٹھہر کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اگر بھلائی ملے تو مطمئن ہو جائیں اور اگر برائی پہنچے تو اسی وقت پھر گئے۔"

قیامت کے دن لوگوں کو ان کے ایمان کے اندازے کے مطابق نور ملے گا بعض کو کئی کئی میلوں تک کا، بعض کو اس سے بھی زیادہ، کسی کو اس سے کم، یہاں تک کہ کسی کو اتنا نور ملے گا کہ کبھی روشن ہو اور کبھی اندھیرا کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ذرا سی دور چل سکیں گے پھر ٹھہر جائیں گے پھر ذرا سی دور کا نور ملے گا پھر بجھ جائے گا اور بعض وہ بے نصیب بھی ہوں گے کہ ان کا نور بالکل بجھ جائے گا یہ پورے منافق ہوں گے جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا[4]"

---

[1]۔ سورۃ البروج: 17 تا 20

[2]۔ طبری، جامع البیان، ج 1، ص 346

[3]۔ سورۃ الحج: 11

[4]۔ سورۃ الحدید: 13

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com
Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں کو پکاریں گے اور کہیں گے ذرا رکو! ہمیں بھی آلینے دو تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے فائدہ اٹھائیں تو کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور نور ڈھونڈلاؤ۔ مومنوں کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعَى نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهٰر[1]"

اس دن تو دیکھے گا کہ مومن مرد اور عورتوں کے آگے آگے اور دائیں جانب نور ہو گا اور کہا جائے گا تمہیں آج باغات کی خوشخبری دی جاتی ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَوْمَ لا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْلَنَا إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ[2]"

اس دن نہ رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے، ان کا نور ان کے آگے اور دائیں ہو گا، وہ کہہ رہے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر اور ہمیں بخش یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو ان کے اعمال کے مطابق نور ملے گا بعض کو کھجور کے درخت جتنا، کسی کو انسان کی قد جتنا، کسی کو صرف اتنا ہی کہ اس کا انگوٹھا ہی روشن ہو، کبھی بجھ جاتا ہو، کبھی روشن ہو جاتا ہو[3]۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تمام مسلمانوں کو قیامت کے دن نور ملے گا۔ جب منافقوں کا نور بجھ جائے گا تو موحد کوڈر کر کہیں گے کہ: رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا یارب ہمارے نور کو پورا کر[4]۔ ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ مومنوں کی دو جماعتیں ہیں مقرب اور ابرار۔ اسی طرح کافروں کی بھی دو قسمیں ہیں کفر کی طرف لانے والے اور ان کی تقلید کرنے والے۔ منافقوں کی بھی دو قسمیں ہیں خالص اور پکے منافق اور وہ منافق جن میں نفاق کی علامت ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین خصلتیں ایسی ہیں جس میں یہ تینوں ہوں وہ پختہ منافق ہے اور جس میں ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے جب تک اسے نہ چھوڑے۔ بات کرنے میں جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا[5]۔

مثال نمبر:3۔ کم ظرف اور نادان لوگوں کی مثال:

1۔ سورۃ الحدید:12

2۔ سورۃ التحریم:8

3۔ طبری، جامع البیان، ج23، ص179

4۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، المستدرک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1990ء، ج2، ص538، رقم 3832

5۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع، دار طوق النجاہ، بیروت، 1422ھ، ج1، ص16

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

"إِنَّ اللَّهَ لاَ يَسْتَحْيِي أَن يَضْرِبَ مَثَلاً مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُواْ فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلاً يُضِلُّ بِهِ كَثِيراً وَيَهْدِي بِهِ كَثِيراً وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلاَّ الْفَاسِقِينَ[1]"

"اللہ تعالیٰ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا خواہ وہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی ہلکی چیز، ایمان والے تو اپنے رب کی جانب صحیح سمجھتے ہیں اور کفار کہتے ہیں کہ اس مثال سے کیا مراد ہے؟ اس کے ذریعے بیشتر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر لوگوں کو راہ راست پر لاتا ہے، اور گمراہ تو صرف فاسقوں کو ہی کرتا ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے دلائل سے قرآن کریم کا معجزہ ہونا ثابت کر دیا تو کفار نے دوسرے طریقے سے مقابلہ شروع کر دیا کہ اگر یہ کلام الہٰی ہوتا تو اتنی عظیم ذات کے نازل کردہ کلام میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں نہ ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بات کی توضیح اور جسے حکمتِ بالغہ کے پیش نظر تمثیلات کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے اس میں حیا و حجاب بھی نہیں۔ فمافوقھا کے دو معنیٰ بیان کیے ہیں ایک تو یہ کہ اس سے بھی ہلکی اور ردی چیز جیسے کسی شخص کی بخیلی کا ایک شخص ذکر کرے تو دوسرا کہتا ہے کہ وہ اس سے بڑھ کر ہے تو مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اس سے بھی زیادہ گرا ہوا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا[2]۔ دوسرا معنیٰ یہ کہ اس سے زیادہ بڑی اس لیے کہ بھلا مچھر سے ہلکی اور چھوٹی چیز اور کیا ہو گی[3]۔ یہ خود ایک مستقل مثال ہے جو دنیا کے بارے میں بیان کی گئی، مچھر جب تک بھوکا ہوتا ہے زندہ رہتا ہے جہاں موٹا تازہ ہوا مرا۔ اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ جب دنیاوی نعمتیں دل کھول کر حاصل کر لیتے ہیں وہیں اللہ کی پکڑ آجاتی ہے جیسا کہ ایک اور جگہ فرمایا:

"فَلَمَّا نَسُواْ مَا ذُكِّرُواْ بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُواْ بِمَا أُوتُواْ أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ[4]"

جب یہ ہماری نصیحت بھول جاتے ہیں تو ہم ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیتے ہیں یہاں تک کہ اترانے لگتے ہیں اب اچانک ہم انہیں پکڑ لیتے ہیں[5]۔

مثالیں خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ایمان والے ان پر ایمان لاتے ہیں اور انہیں حق جانتے ہیں اور ان سے ہدایت پاتے ہیں اور نافرمان کہتے ہیں کہ اللہ کا مقصود اس سے کیا ہے یعنی وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں[6]۔

---

[1]۔ سورۃ البقرہ:26

[2]۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، السنن، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1998ء، ج4، ص138، رقم 2320

[3]۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج1، ص207

[4]۔ سورۃ الانعام:44

[5]۔ طبری، جامع البیان، ج1، ص399

[6]۔ ابن ابی حاتم، ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد، تفسیر القرآن العظیم، مکتبہ نزار، بیروت، 1419ھ، ج1، ص68

مثال نمبر:4۔ آپ ﷺ کو تو اپنے بیٹوں کی مثل پہچانتے ہیں:

"الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقاً مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ[1]"

جنہیں ہم نے کتاب دی وہ تو اسے ایسے پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے، ان کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے۔

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی تمثیل بیان فرمائی ہے کہ اہل کتاب آپ ﷺ کی لائی ہوئی باتوں کی حقانیت کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ یہ ایک مثال تھی جو مکمل یقین کے وقت عرب دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ[2] عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ[3] سے جو یہودیوں کے بڑے عالم تھے پوچھا کیا تو محمد ﷺ کو ایسا ہی جانتا ہے جس طرح اپنے اولاد کو پہچانتا ہے؟ جواب دیا ہاں! بلکہ اس سے بھی زیادہ اس لیے کہ آسمانوں کا امین فرشتہ زمین کے امین شخص پر نازل ہوا اور اس نے آپ کی صحیح تعریف بتادی یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آئے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی صفتیں بیان کیں جو سب کی سب آپ میں موجود ہیں پھر ہمیں آپ کے نبی برحق ہونے میں کیا شک رہا؟ ہم آپ بیک نگاہ کیوں نہ پہچان لیں؟ بلکہ ہمیں اپنی اولاد کے بارے میں کیا شک ہے اور آپ کی نبوت میں کچھ شک نہیں[4]۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح لوگ ایک بڑے مجمع میں ایک شخص اپنے اولاد کو پہچان لیتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کے اوصاف جو اہل کتاب کی آسمانی کتابوں میں ہیں وہ تمام صفات آپ ﷺ میں اس طرح نمایاں ہیں کہ بیک نگاہ ہر شخص آپ کو جانتا ہے[5]۔

مثال نمبر:5۔ بے عمل عالم کی مثال گدھے کی مانند:

---

[1]۔ سورۃ البقرہ:146

[2]۔ آپ عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح قریشی ہے۔ کنیت ابو حفص اور لقب فاروق ہے۔ آپ کا نسب نویں پشت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جاملتا ہے۔ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بعد مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ راشد آپ ﷺ کے سُسر اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں عراق، مصر، لیبیا، شام، ایران، خراسان اور سجستان فتح ہو کر مملکت اسلامی میں شامل ہوئے اور اس کا رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار مربع میل پر پھیل گیا۔ تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ ایک غلام ابولؤلؤفیروز نے آپ کو فجر کی نماز میں مسجد نبوی میں خنجر سے حملہ کیا۔ آپ ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور وفات ہوئے اور یکم محرم 24 ہجری کو آپ کی تدفین کی گئی۔ ابن اثیر، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، اسد الغابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1994ء، ج3، ص642

[3]۔ آپ کا پورا نام عبد اللہ بن سلام بن حارث ہے۔ یوسف علیہ السلام کے اولاد میں سے تھے، یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جہاں پر اہلِ کتاب کی تعریف کرتا ہے اس سے اکثر یہی مراد ہوتے ہیں۔ 43 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئے۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ج3، ص265

[4]۔ قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، الجامع للاحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1964ء، ج2، ص163

[5]۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج1، ص462

"مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ [1]"

"جن لوگوں پر تورات کا بوجھ ڈالا گیا، پھر انہوں نے اُس کا بوجھ نہیں اٹھایا، ان کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو بہت سے کتابیں لادے ہوئے ہو۔ بہت بری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا، اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔"

اس آیتِ کریمہ میں یہودیوں کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ کہ انہیں تورات دی گئی اور عمل کرنے کے لئے انہوں نے اسے لیا پھر عمل نہ کیا، ان کی مثال گدھے کی سی ہے۔ کہ اگر اس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا جائے تو اسے معلوم تو ہے کہ اس پر کوئی بوجھ ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے؟ اسی طرح یہود ہیں کہ ظاہرے الفاظ خوب رٹے ہوئے ہیں۔ لیکن نہ تو یہ معلوم ہے کہ مطلب کیا ہے؟ نہ اس پر ان کا عمل ہے بلکہ تحریف کرتے رہتے ہیں، پس دراصل یہ اس بے سمجھ جانور سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ اسے تو قدرت نے سمجھ ہی نہیں دی لیکن یہ سمجھ رکھتے ہوئے پھر بھی اس کا استعمال نہیں کرتے۔ اسی لئے دوسری آیت میں فرمایا گیا ہے:

"أُوْلَئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُوْلَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ[2]"

یہ لوگ چوپایوں کے مثل ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بہکے ہوئے ہیں۔ یہ غافل لوگ ہیں۔ اللہ کی آیتوں کا جھٹلانے والوں کی بُری مثال ہے، ایسے ظالم اللہ کی رہنمائی سے محروم رہتے ہیں[3]۔

مثال نمبر:6۔ مشرکین کے گونگے معبود کی مثال:

"وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً رَّجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبْكَمُ لاَ يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلٌّ عَلَى مَوْلاهُ أَيْنَمَا يُوَجِّههُّ لاَ يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ [4]"

اور اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے دو شخصوں کی جن میں سے ایک تو گونگا ہے اور کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ وہ اپنے مالک کا بوجھ ہے کہیں بھی اسے بھیجے وہ کوئی بھلائی نہیں لاتا۔ کیا یہ اور وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے اور ہے بھی سیدھی راہ پر برابر ہو سکتے ہیں؟۔

---

[1]۔ سورۃ الجمعہ:05

[2]۔ سورۃ الاعراف:179

[3]۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج2، ص379

[4]۔ سورۃ النحل:76

یہ مثال اللہ تعالیٰ اور مشرکین کے بتوں کے درمیان فرق دکھانے کے لئے لایا گیا ہے۔ کہ یہ بت گونگے ہیں نہ کلام کرسکتے ہیں نہ کوئی بھلی بات کہہ سکتے ہیں اور نہ کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ قول وفعل دونوں سے خالی ہے۔ پھر محض بوجھ اپنے مالک پر بار کہیں بھی جائے کوئی بھلائی نہ لائے۔ پس ایک تو یہ اور ایک وہ جو عدل کا حکم کرتا رہے اور خود بھی سیدھی راستے پر ہو، یعنی قول وفعل دونوں کے اعتبار سے بہتر کیسے برابر ہو جائیں گے؟ کبھی برابر نہیں ہوسکتے(1)۔

مثال نمبر:7۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی مثال:

"مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاء وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (2)"

"جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں اِسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے۔ کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے، اللہ بہت وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔"

یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کا بدلہ آخرت میں سات سو گنا بلکہ بعض حالات میں اس سے بھی زیادہ ملے گا۔ انسانی عقل اس کو ذرا بعید سمجھ سکتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ایک مثال کے ذریعے سمجھا دیا کہ جس طرح زمین کے اندر ڈالا ہوا ایک بیج درخت پر سات سو تخم جدید لے کر نمودار ہوتا ہے اس طرح دنیا میں خرچ کیا ہوا مال آخرت میں سات سو گنا تک بڑھ کر انسان کو ملے گا، ان کلمات نے مخاطب کے سامنے اُس صورت کو مخاطب کرکے دکھادیا کہ اللہ کے راستے میں خرچ ایمان اور اخلاص کے ساتھ ایک نفع بخش کھیتی کی مانند ہے اور یہی صَرفِ دولت بغیر ایمان و تقویٰ کے کسی چکنے پتھر پر تخم ریزی کی طرح ہے۔ جیسا کہ دوسرے آیتِ مبارکہ میں اس کی وضاحت موجود ہے[3]۔ ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُبْطِلُواْ صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالأذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لاَّ يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُواْ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (4)"

---

[1]۔ قرطبی، الجامع للاحکام القرآن، ج12، ص386

[2]۔ سورۃ البقرۃ:261

[3]۔ زمخشری، ابو القاسم محمود بن عمرو، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتاب، بیروت، 1987ء، ج1، ص371

[4]۔ سورۃ البقرۃ:264

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www.al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN:3006-6921

" اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اُس شخص کی طرح ضائع مت کرو، جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، اُس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی اس پر جب زور کی بارش پڑے، تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کرکے جو نیکی کماتے ہیں، اس سے کچھ بھی اُن کے ہاتھ نہیں آتا، اور اللہ ایسے کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔"

مثال نمبر:8۔ عظمتِ قرآن کی مثال:

"لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ(1)"

"اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار اہوتا تو تم اُسے دیکھتے کہ وہ اللہ کےرُعب سے جھکاجارہاہے، اورپھٹاپڑتاہے۔ اورہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غوروفکرسے کام لیں۔"

قرآن کریم کی بزرگی بیان ہورہی ہے۔ کہ واقع میں یہ کتاب اس قدر بلند مرتبہ پر فائز ہے۔ کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں، رونگنے کھڑے ہو جائیں، کلیجے کپکپائیں، اس کے سچے وعدے اوراس کی حقانیت ہر سننے والے کو اللہ کی دربار میں سربسجود گرادے، اگر یہ قرآن کریم کسی سخت بلند اوراونچے پہاڑ بھی نازل فرماتا اوراسے غوروفکر کی اور فہم وفراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا، پھر انسانوں کے دلوں پر جو نسبتًا بہت نرم اور چھوٹے ہیں، جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے اس کا بہت بڑا اثر اپڑنا چاہیئے۔ اللہ کے سوانہ تو کوئی پالنے والا ہے اور نہ پرورش کرنے والانہ اس کے سوا کسی کی ایسی نشانیاں ہیں کہ اس کی کسی قسم کی عبادت کوئی ہرے۔ اس کے سوا جن جن کی لوگ پرستش کرت ہیں۔ وہ سب باطل ہیں[2]۔

خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ نے مخاطب کے ذہنی سطح کے موافق تشبیہ اور تمثیلات بیان فرمائی ہے، اور مخاطب کو تشبیہ و تمثیل کے ذریعے سمجھایاہے۔ اسی وجہ سے ایک متکلم کے لئے اپنے مخاطبین کے ذہنی استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے استعداد کے موافق تشبیہات اور تمثیلات دیناچاہیے تاکہ ان کو متکلم کی بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ کیونکہ تشبیہ و تمثیل کے ذریعے بات سمجھ میں آجاتی ہے اور مخاطب اس سے بہتر طریقے سے اخذ کرتا ہے۔ یہی طریقہ کار تعلیمی ماحول میں بھی ہوناچاہیے کہ ایک استاذ طالب علم کے ذہنی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کے ذہن کے موافق اس کو تشبیہ اور تمثیل دے تاکہ استاذ کی بات اس کے ذہن میں اچھی طرح آجائے۔

---

[1]۔ سورۃ الحشر:21

[2]۔ زمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ج3، ص407